بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وفاقی شرعی عدالت کے سود سے متعلق حیران کن ریمارکس

۱۰ اپریل کو ایک طویل انتظار کے بعد وفاقی شرعی عدالت میں سود سے متعلق سماعت کا آغاز ہوا۔ پہلی سماعت کے دوران ہی چیف جسٹس ریاض احمد خان نے سود کے بارے میں اپنے ریمارکس دے کر پوری قوم کو حیران کر دیا، انہوں کہا کہ: ''جس دور میں سود کی ممانعت کا حکم ہوا اس وقت کے حالات اور معیشت آج کے حالات اور معیشت سے مختلف تھے۔ سود پر پابندی آج کے دور میں کیسے نافذ کی جاسکتی ہے؟ موجودہ دور میں انٹرسٹ کی تعریف سود نہیں بلکہ نقصان کا ازالہ ہے۔''

خیال رہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس کی سربراہی میں قائم چار رکنی بینچ نے سودی نظام کے خاتمے کے لیے ملک بھر سے دائر درخواستوں کی سماعت کا آغاز کیا تھا۔ بینچ کے دیگر اراکین میں جسٹس فدا محمد خان، جسٹس شیخ نجم الحسن، جسٹس ظہور احمد شامل تھے۔ سود کے خلاف دائر درخواستوں کی سماعت کا طویل عرصے سے انتظار تھا اور خیال کیا جا رہا تھا اس اہم ایشو پر سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معزز وفاقی شرعی عدالت اپنے نام و نسبت کے عین مطابق قرآن و سنت کی روشنی میں فیصلہ دے گی، لیکن اس سماعت میں سود، ربا، منافع، انٹرسٹ کے بارے میں روایتی لفظی موشگافیاں بیان ہوئیں اور پھر ان درخواستوں کی سماعت کو غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔ چناں چہ ملک کے ایک موقر روزنامے نے بجا طور پر لکھا کہ:

> ''وفاقی شرعی عدالت کئی سال پہلے بینک منافع سمیت ہر قسم کے سود کو حرام قرار دے چکی ہے، جس کے خلاف وزیر اعظم نواز شریف کے پچھلے دور میں عدالت عظمیٰ میں اپیل دائر کی گئی تھی۔ اسلامی نظام کے قیام کا دعویٰ کرنے والی مملکت پاکستان میں ستر سال بعد بھی ربا جیسی لعنت سے چھٹکارا پانے کی کوئی سبیل نہیں نکالی گئی۔ اس کے بجائے ابھی تک سود کے متبادل الفاظ اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دور سے آج کے زمانے کا موازنہ کرنے کی بحث چھڑی ہوئی ہے۔ اس موضوع پر وفاقی شرعی عدالت کی عدم دلچسپی کا بھی اندازہ بھی اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ کیس کی سماعت غیر معینہ مدت تک ملتوی کر دی گئی ہے'' (روزنامہ امت، ۱۲/اپریل ۲۰۱۷ء)

پاکستان میں جاری سودی نظام معیشت کوئی معمولی معاملہ نہیں، قرآن و سنت میں اس سے متعلق واضح احکام موجود ہیں۔ وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس تنزیل الرحمٰن ۱۹۹۱ء میں بینک کے ہر قسم کے سود کو حرام قرار دے چکے ہیں۔

تب وفاقی شرعی عدالت کا یہ فیصلہ یوں ہی جاری نہیں ہو گیا تھا بلکہ چیف جسٹس تنزیل الرحمٰن مرحوم کی عدالت میں طویل سماعتیں ہوئیں، ملک کے ممتاز ماہرین معیشت، علماء، وکلاء پیش ہوتے رہے، زیر سماعت مسئلے کا ہر پہلو سے جائزہ لیا گیا۔ بالآخر

وفاقی شرعی عدالت نے بینک انٹرسٹ کو سود اور حرام قرار دیتے ہوئے حکومت کو مہلت دی کہ وہ چھ ماہ کے اندر ملکی معیشت سود سے پاک کر دے۔اس فیصلے کے بعد حکومت نے تاخیری حربے استعمال کرتے ہوئے سپریم کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی۔اس اپیل کی سماعت کا موقع ۲۳ دسمبر ۱۹۹۹ء کو آسکا،عدالت عظمیٰ نے ۱۹۹۱ء کے فیصلے کی نہ صرف توثیق کی بلکہ حکومت کو ۳۰ جون ۲۰۰۱ء تک کی مہلت بھی دی، یہ مدت ختم ہونے کو آئی تو ایک سرکاری بینک یو بی ایل کے ذریعے مزید مہلت طلب کی گئی، یہ مہلت ختم ہونے کے بعد جون ۲۰۰۲ء میں وفاقی شرعی عدالت کے ۱۹۹۱ء کے فیصلے کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ وہ دن اور آج کا دن ہے کہ سود کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکا ہے۔ملکی معیشت جوں کی توں سودی نظام پر چل رہی ہے۔سرمایہ دارانہ نظام کا ایک چکر ہے جو امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بنا رہا ہے۔عالمی مالیاتی اداروں سے بھاری سودی قرضے لیے جاتے ہیں۔ان سودی قرضوں کی واپسی کے لیے غریب عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے۔دوسری طرف طاقت ور اشرافیہ بینکوں سے بھاری قرضے لے کر معاف کرا لیتی ہے، اس ''معافی'' کا بوجھ بھی غریب عوام پر ڈالا جاتا ہے۔کوئی بھی صاحب ایمان شخص سودی کاروبار نہیں کرنا چاہتا،لیکن سرمایہ پرستوں کا ایک چھوٹا سا گروہ اس شیطانی گھن چکر کو چلانے پر بضد ہے۔

وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس صاحب اگر اس پہلو سے ہی غور فرما لیتے تو انہیں بینک انٹرسٹ کے حوالے سے کسی قسم کا اشکال نہ ہوتا۔یوں بھی اگر جسٹس تنزیل الرحمٰن مرحوم کا سود کے خلاف دیے گئے فیصلے کا مطالعہ کر لیا جاتا تو اُن کی کافی تشفی ہو جاتی۔بہرحال اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک معزز اور باوقار منصب پر بیٹھے شخص کے سود کے بارے میں ذکر کردہ ریمارکس ناقابل توجیہ ہیں۔ان کے ذاتی خیالات جو بھی ہوں، آئین کی رو سے وہ قرآنی احکام کے مطابق فیصلہ دینے کے پابند ہیں۔سود کی شناعت وقباحت اظہر من الشمس ہے،صرف قرآن وسنت میں نہیں بلکہ دیگر مذاہب میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے۔ہمارے خیال میں کم از کم وفاقی شرعی عدالت کے منصب پر بیٹھنے والے شخص کو شرعی علوم کا ماہر ہونا ضروری ہے۔پارلیمنٹ کو ایسی قانون سازی کرنی چاہیے جو اس سلسلے میں بہتر رہنمائی کرتی ہو۔

مردان یونیورسٹی کا واقعہ... غور طلب پہلو

اپریل 2017ء کو مردان عبدالولی خان یونیورسٹی میں مشعال خان نامی ایک طالب علم کے قتل کا واقعہ پیش آیا جس پر مبینہ طور پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے توہین مذہب اور توہین رسالت کا جرم کیا ہے بلکہ یہ جرم وہ کچھ عرصے سے کر رہا تھا جس کی پاداش کے طور پر اشتعال میں آکر یونیورسٹی کے طلبہ نے اسے مار مار کر قتل کر دیا مرنے سے پہلے اور اس کے بعد اس پر یونیورسٹی کے طلبہ کے تشدد کے مناظر کے ویڈیو سوشل میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر ساری دنیا نے دیکھے جس سے پاکستان کے عصری تعلیمی اداروں کی ایک بھیانک تصویر دنیا کے سامنے گئی۔

اس حقیقت میں دو رائے نہیں ہو سکتیں کہ کسی بھی شخص کو محض الزام کی بناء پر سزا اور تشدد کا نشانہ نہیں ٹھہرایا جا سکتا اور اگر الزام ثابت ہو جائے اور ملزم مجرم بن جائے تب بھی اس مجرم کو سزا دینے کا اختیار صرف ریاست اور حکومت کے پاس ہوتا